ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2
2024

نئی تنقید ایک مطالعہ

مریم انور
ریسرچ اسکالر پی ایچ ڈی اُردو،
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد
شاہدہ اسلم
ریسرچ اسکالر پی ایچ ڈی اُردو،
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد
ڈاکٹر رابعہ سرفراز
صدرِ شعبہ اُردو
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

Abstract:

"New Criticism is a new system of understanding and evaluating Literature. It should be understood that this understanding makes literature more effective and insists on using it as a means of literary study, he should try to see and under stand the literature in its own color without putting it down and should make any demands from him that have nothing to do with it."

نئی تنقید ادب کو سمجھنے سمجھانے اور پرکھنے کا ایک نیا نظام ہے یہ بنیادی طور پر اس مکتبہ فکر کی نمائندہ ہے جس کا ادب کی قدر و قیمت متعین کرنے سے پہلے اس تفہیم پر زور ہوتا ہے اور اس کا کام اس کے لسانی محاسن کی طرف توجہ دلانا ہے ایسا سمجھ لینا چاہیے کہ یہ تفہیم ادب کو زیادہ سے زیادہ موثر بناتی ہے اسے ادب شناسی کے وسیلے کے طور پر برتنے کے لیے زور دیتی ہے یہ تنقید قاری یا نقاد سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنی چشم بصیرت پر کسی قسم کا عکس چڑھائے بغیر ادب کو اس کے اپنے رنگ میں دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرے ساتھ ہی اس سے کوئی بھی ایسا تقاضا نہ کیا جائے جس کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔

بیسویں صدی میں جب روسی ہیئت پسندوں پر مارکسی ناقدین کے اعتراضات بڑھے تو انہوں نے اس بات میں بہتری سمجھی کہ روسی حدود و قیود سے باہر نکل کر اپنے خیالات کی ترویج کریں یعنی روس کی سرحدوں سے باہر نکل کر چیکو سلواکیہ، بعد ازاں امریکہ میں نئی تنقید کے مکتبہ فکر کو پروان چڑھایا گیا یہ تنقید سوانحی، تاریخی اور مارکسی تنقید کے خلاف ثابت ہوئی کیونکہ نئی تنقید متن کا بطور متن جائزہ لینے کی دعوے دار ہے یہ کسی بھی ایسے تناظر کو رد کرتی ہے جو متن کے باہر سے وارد ہو یہی وجہ ہے انہوں نے تخلیقی ساخت پر زیادہ زور دیا مصنف کی شخصیت اور کارگردگی کو نظر انداز کیا اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"یہ فن کو مرکز توجہ بنانے کی سعی کرتی ہے اس سے فن کی تفہیم و تحسین کے لیے نئے تناظر فراہم ہوتے ہیں۔"(۱)

یعنی یہ تنقید کسی بھی فن کو توجہ کا مرکز بنا کر اس کے لسانی محاسن کو بیان کرتی ہے جس سے فن کی تفہیم کو نئے تناظر میں سراہنے کا موقع ملتا ہے۔

ابتدا میں نئی تنقید کو بطور اصطلاح کولمبیا یونیورسٹی کے پروفیسر سپنگارن (Spingarn) نے 1910ء میں متعارف کروایا ان کا خیال تھا کہ نئی تنقید کو تاریخی، معاشرتی، عمرانی، مارکسی اور سوانحی تنقید سے بالاتر ہونا چاہیے پھر 1941ء میں نئی تنقید کے حوالے سے جان کرو رین سم (Jhan Crowe Ranson) کی کتاب "The New Criticism" منظرِ عام پر آئی۔ اس کے علاوہ اس مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے ناقدین آئی اے رچرڈ (I.A. Richards)، ٹی ایس ایلیٹ (T.S.Eliot)، ولیم ایمپسن (William Empson)، ایور ونٹر (Ower Winters)، ایلن ٹیٹ (Allen Tate)، کلینتھ بروکس (Cleanth Brooks) ڈبلیو کے ومساٹ (W.K Wimsatte) اور رابرٹ پین وارن (Robert pan warren) کے نام نمایاں ہیں

ان ناقدین نے نئی تنقید کی فکر میں جان ڈال کر اسے نقطہ عروج تک پہنچایا جو کہ 1970ء بگر جور ئنو جر واد و بعد ازاں اس تنقید کا زور ٹوٹ گیا مگر اس کی بازگشت دیگر تنقیدی نظریات میں سنائی دیتی رہی۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ نئی تنقید کے ناقدین کسی بھی فن پارے کے متن کو ایک خود مختار اکائی کے طور پر تسلیم کرنے پر زور دیتے رہے یعنی شاعری کا مطالعہ بجائے شاعر کے نفس، شخصیت، ماٰخذ، افکار و نظریات کے تاریخی، سیاسی، سماجی اور سوانحی مضمرات کی روشنی میں کرنے کے بلکہ شاعری کے اصل متن کے گہرے اور تفصیلی جائزے پر زور دیتے ہیں اس حوالے سے وزیر آغا بتاتے ہیں:

> ''میرے نزدیک نقاد کا اصل کام یہ ہے کہ جب کسی فن پارے کا تنقیدی جائزہ لے تو اپنے ذہن میں جملہ ذاتی اور نظریاتی تعصبات کو خارج کر کے ایسا کرے اور اس بات کو ملحوظ رکھے کہ تنقیداً گر فن پارے کی جمالیاتی چکا چوند میں اضافے کا موجب نہیں بن پاتی تو اس کا کوئی جواز موجود نہیں مراد یہ کہ نقاد اپنے مطالعے میں اولین حیثیت فن پارے کو دے اور فن پارے کے اندر چھپے امکانات کی روشنی میں اپنی تنقیدی حس کو بروئے کار لائے نہ کہ اپنے نظریات و تاثرات کا عکس فن پارے میں تلاش کرنے کی سعی کی۔''(2)

اس اقتباس سے یہ ظاہر ہو رہا ہے تنقید کے سلسلے میں ڈاکٹر وزیر آغا کا وہی نقطہ نظر ہے جو نئی تنقید کے علمبر داروں کا ہے وہ بھی فن پارے کو اولین حیثیت دے کر اسی کے ذریعے اس کی پرکھ اور معیار کا تعین کرنے کی کوشش کرتے ہیں یعنی کہ وہ متن کے بنیادی معنی پر زور دیتے ہیں پھر اسی کے مطابق متن کی پرکھ، قدر و قیمت اور معیار و اقدار کا تعین کرتے ہیں۔

نئی تنقید سے تعلق رکھنے والے وہ علمبر دار جن کے خیالات نے نئی تنقید کو تقویت بخشی آیئے ان کی خدمات کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

آئی اے رچرڈز کے خیالات نے جدید تنقید کو متاثر کیا ہے کیونکہ آئی اے رچرڈز کی کتابیں "Practical Criticism: A study of literary Judgment" "Poetries and Science." کو نئی تنقید کے حوالے سے خصوصی اہمیت حاصل ہے ان دونوں کتابوں کے اندر وہی موقف اختیار کیا گیا جو ہمیں نئی تنقید کے اندر نظر آتا ہے رچرڈز کا کہنا ہے کہ کوئی بھی تخلیق جو شاعری یا نثر میں ہو اُس کے مصنف کو آپ مخفی رکھ کر صرف متن پر بحث کریں اس سے پہلے یہ بات میتھیو آرنلڈ اپنے مضمون ''شاعری کا مطالعہ'' میں بیان کر چکے تھے اس میں دو طرح کے مغالطوں کا ذکر ملتا ہے شخصی اور تاریخی، شخصی مغالطے بعض نقاد کسی بڑے ادیب کے فن پارے پر تنقید کرتے وقت شخصی مغالطے کا شکار ہو کر صحیح تنقید نہیں کر پاتے دوسری طرف تاریخی مغالطے میں تاریخ کے وہ ادوار یہاں بہت اچھا ادب تخلیق ہوا لیکن اس دور کے سارے ادیب اچھا لکھنے والے نہیں ہوں گے اس لیے وہ کہتا ہے کہ ایک ناقد کو تاریخی مغالطے کا شکار نہیں ہونا چاہیے یہ صورتحال تب پیدا ہو گی جب کسی نظم، غزل کا تجزیہ شاعر یا مصنف کے نام کے بغیر کیا جائے جیسے لکھا گیا ہے:

> ''نو تنقید میں بنیادی اہمیت صرف متن کی ہے اس کا کہنا ہے کہ "The poem is the thing" اس کا سبب یہ ہے کہ اس تنقید کا اور ان ناقدین کا زیادہ تعلق کلاس روم سے رہا۔ ان میں بیشتر یونیورسٹیوں سے تعلق رکھتے تھے یا بعد میں یونیورسٹی سے متعلق ہوئے۔ ان کے لیے اہم سوال تھا کہ کلاس میں ان کے سامنے جو متن ہے اسکو کس طرح سمجھا جائے۔ یا اسے پڑھ کر طالب علم پر کیا رد عمل ہوتا ہے اور وہ اس متن کے ذریعے کس طرح اس کی خوبیوں کو ظاہر کرتا ہے اس لیے کچھ میکانی طریقے اپنائے گئے کہ اس کے صوتی و نحوی نظام کا مطالعہ کیا جائے Somauitic Structure اور Syntax کو دیکھا جائے۔ اسم اور فعل کی ہیئتوں، تشبیہات، استعارات، تعریفی شکلوں سے پیدا ہونے والے تاثرات کو ظاہر کیا جائے اور روایت لفظی اور الفاظ کے اندرونی ربط اور معنوی جہتوں کے حسن کا مطالعہ کیا جائے۔''(3)

نئی تنقید کی اصطلاح کو 1910ء میں ایک لیکچر کی صورت میں متعارف کروایا گیا لیکن بعد ازاں 1911ء میں یہی لیکچر کتابی صورت میں شائع ہوا پھر آئی اے رچرڈز نے یہی تجربہ اپنے طلبا کے ساتھ کیا یعنی وہ اپنے طلبا کو تنقید کے لیے جو نظم دیتا اُس نظم سے شاعر کا نام مٹا کر دیتا پھر سبھی سے کہتا کہ متن پر غور کریں کہ متن میں کیا کچھ بیان ہوا ہے اس پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کریں جس سے اگلے دن رچرڈز کو ایک نظم پر ایک سے زائد آرا سننے کو ملتیں جس میں نظم کے لسانی محاسن، گرائمر کی خصوصیات اور لفظی و معنوی جہت کی ترتیب کو اجاگر کیا جاتا رہا جیسے وہ بتاتے ہیں:

''آئی اے رچرڈ نے متن اور زبان کی مقبولیت کو پروان چڑھانے کے علاوہ شاعری کو سماجی، نفسیاتی اور سوانحی تناظرات سے نجات دلائی۔،،(۴)

اس سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ متن کو سمجھنے اور پرکھنے کے لیے نفسیاتی، سماجی، تاریخی، سوانحی زندگی کو مرکز نگاہ بنانے کی ضرورت نہیں بلکہ پڑھنے والا اپنی مرضی کے مطابق متن میں معنی اور مفہوم اخذ کر سکتا ہے پھر اس طریقہ تنقید کو بعد ازاں ایف آر لیوس نے اپنے رسالے "Scrutiny" میں فروغ دیا اس رسالے میں انہوں نے کئی مضامین ایسے تحریر کیے جن کا موقف بھی یہی تھا کہ نظم کے تجزیے اور تفہیم میں نفسیاتی، سیاسی، سوانحی، سماجی، عمرانی تنقید کا کوئی کردار نہیں اگر کوئی نقاد ان پیکر پر توجہ مرکوز کرے گا تو وہ نئی تنقید کے اصولوں سے دور چلا جائے گا شمس الرحمن فاروقی اپنی کتاب ''لفظ و معنی'' میں رقمطراز ہیں:

''اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ ادب کیا ہے اور اس کو حل کرنے کی صورت یہ ہے کہ بجائے نظری اور عملی تنقید کی خشک کتابوں کی ورق گردانی کی جائے خود ادب ہی کو پڑھا جائے اور پرکھا جائے۔،،(5)

فاروقی کا کہنا ہے کہ جس ادب کا مطالعہ کیا جائے صرف اور صرف اُسی کو پڑھا، سمجھا اور پرکھا جائے بجائے دیگر تنقید کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے اور رچرڈز کے تنقیدی نظریات میں اس نظریے کو مرکزی حیثیت حاصل ہے کہ ادب سائنسی علم کے مقابلے میں ایک بدتر، افضل کاریمو کروادیں کا علمبردار ہے یہ نظریہ بظاہر تو میتھو آرنلڈ کا تھا لیکن رچرڈز نے اسے اپنے الفاظ میں تھوڑا نئے انداز میں پیش کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ دونوں نے ادب کو دیگر ثقافتی سرگرمیوں سے بھی الگ کرنے کی کوشش کی ہے۔

ٹی ایس ایلیٹ انگریزی تنقید کا ایسا معتبر نام ہے جس نے بیسویں صدی کے تنقیدی ڈسکورس کو متعین کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا اُس نے نظریہ روایت اور انفرادی صلاحیت کے ذریعے نئی تنقید کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کی مابعد جدید تھیوری پر بھی اثرات مرتب کیے وہ شاعری کو غیر شخصی قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ وہ شخصی جذبات نہیں رکھتی مطلب وہ شاعر کے ذہن اور اس کی شخصیت کو الگ الگ حیثیت میں بیان کرتا ہے کیونکہ وہ شاعر کی شخصیت اور اُس کے ذہن میں فرق سمجھتا ہے ان کے خیال میں شاعری شخص کو ذریعہ بناتی ہے اس لیے ادب کو شخصی، نفسیاتی اور سوانحی حوالوں سے ہٹ کر دیکھنا چاہیے لہٰذا وہ پوری دنیا کے ادب کو ایک نظام میں منسلک قرار دیتا ہے وہ نظام جو ان میں مثالی ہے شاعر جو ہے وہ اسی مثالی نظام سے وابستہ ہوتا ہے۔

واضح رہے ٹی ایس ایلیٹ نے بھی نظریہ روایت کے تصور میں نئی تنقید کے علمبرداروں کو تحریک دی شعر کی تفہیم فن پارے کے اندر رہتے ہوئے کریں یعنی شعریات پر توجہ دے کر جب آپ متن کے اندر ادبی پیرایہ پر بات چیت کریں گے تو جیسے تشبیہات، استعارات، کنایہ، رمز و ایما، مجاز مرسل وغیرہ کیسا ہے؟ ابہام ہے کہ نہیں؟ متن میں کوئی معنی ادا ہو رہا ہے کہ نہیں؟ اگر کوئی معنی ادا ہو رہا ہے تو وہ کونسی ساخت میں ادا ہو رہا ہے یعنی کہ اُس کی ہیئت پر گفتگو کریں گے تو یہ عمل نئی تنقید کا عمل کہلائے گا۔

ولیم ایمپسن اپنے زمانے کی ایک بہت بڑی ادبی شخصیت تھے جو آئی اے رچرڈز کے شاگرد تھے انہوں نے رچرڈز کے چہار معانی کے تصور میں اضافہ کیا اور ان کی کتاب ''سیون ٹائپس امبیگیوئیٹی'' سات قسم کے ابہامات پر مشتمل ہے انہوں نے ان کے ذریعے ابہام کی نوعیت اور کارکردگی کے حوالے سے ایسے خیالات پیش کیے جو بعد میں آنے والے ناقدین کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوئے ایمپسن کی سات اقسام کو مختصر اًمندرجات کے جدول میں بیان کیا گیا ہے پہلی قسم کے ابہام اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب ایک تفصیل ایک ساتھ کئی طریقوں سے موثر ہوتی ہے، دوسری قسم کے ابہام میں دو یا دو سے زیادہ متبادل معنی مکمل طور پر ایک میں حل ہو جاتے ہیں، تیسری قسم کے ابہام کے لیے شرط یہ ہے کہ دو بظاہر غیر مربوط معانی ایک ساتھ دیے جائیں، چوتھی قسم میں متبادل معانی مل کر مصنف کے ذہن کی ایک پیچیدہ کیفیت کو واضح کرتے ہیں پانچویں قسم ایک خوش قسمتی کی الجھن ہے مصنف کو حقیقت میں لکھتے ہوئے چھپے خیالات کا پتہ چلتا ہے دوسرے لفظوں میں اس نے بظاہر اس خیال کو پہلے سے نہیں سوچا یا سمجھا تھا لیکن اس عمل کے دوران اس پر غالب آگیا، چھٹی قسم میں جو کہا جاتا ہے وہ متضاد یا غیر متعلق ہے اور قاری تاویلیں ایجاد کرنے پر مجبور ہوتا ہے، ساتویں قسم مکمل تضاد کی ہے جو مصنف کے ذہن میں تقسیم کی نشاندہی کرتی ہے پھر انہی ابہامات کو بعد میں ایف آر لیوس نے اپنے رسالے "Scrutiny" میں کئی مضامین تحریر کر کے وسعت بخشی۔

ڈبلیو کے ومساٹ مغربی نقاد اور فلسفی تھے انہوں نے نئی تنقید کے حوالے سے دو بااثر اور متنازعہ مقالے تحریر کیے جو ان کی کتاب "Verbal Icon" میں درج ہیں اُن کے نام "The Intentional Fallacy"(1946ء)(ارادی مغالطہ)،"The affective Fallacy"(1949ء)(موثر مغالطہ)،ارادی مغالطہ میں وہ طریقہ کار شامل ہے جس کے ذریعے مصنف کا تخلیقی کام کے ساتھ تعلق جانچا جاتا ہے یعنی کہ مصنف کی ذہنی کیفیات کو اولین حیثیت دے کر متن کو مصنف کی ذات کا عکس تصور کرنا تو یہ ارادی مغالطہ کہلائے گا،موثر مغالطہ میں ان کا کہنا ہے کوئی بھی متن تخلیق ہو کر اپنے مصنف سے الگ ہو جاتا ہے مطلب وہ قاری کی ملکیت ہو جاتا ہے پھر اُس میں یہ جاننے کی کوشش کی جاتی ہے کہ تخلیق شدہ متن پر قاری کا ردِ عمل کیا ہے تو اس عمل کو موثر مغالطہ کہا جائے گا نئی تنقید کے بارے میں وہ بتاتے ہیں:

> ”نئی تنقید فن پارے کے تجزیے میں اپنا تمام تر زور صرف کرتی ہے وہ فن کے وجود میں آنے کے اسباب اور نہ ہی اس کے اثرات کو موضوع بحث بناتی ہے مصنف کے سوانحی حالات، منشائے مصنف اور قاری کی احساسات وجذبات سے صرفِ نظر کرتی ہے نئی تنقید فن پارے کی قدر و منزلت کے سلسلے میں اس بات کو بنیاد نہیں بناتی کہ نظم نے کیا اثرات مرتب کیے ہیں۔“(6)

یعنی کہ نئی تنقید اپنی تمام تر توجہ فن پر صرف کرتی ہے بغیر فن کے وجود میں آنے کے اسباب واثرات پر توجہ کیے اور نہ ہی سوانحی تنقید، نظم کی قدر و منزلت کا دھیان رکھا جاتا ہے۔

ایلن ٹیٹ جدید مغربی نقاد تھے جنہوں نے نئی تنقید کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا انہوں نے اپنے مضمون میں شاعری میں معانی کی پیچیدگی پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ بیشتر شعراء کو نجی زبان ایجاد کرنے پر مجبور کیا گیا ہے جس سے عام لب ولہجہ عوام کے جذبات سے بہت دور ہو گیا مطلب وہ اس بات پر زور دیتے رہے کہ شاعری محض رویوں، تصورات کا ابلاغ نہیں ہوتی بلکہ یہ معانی کی پیچیدہ تشکیل ہے جسے پڑھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی ضرورت ہے لکھتے ہیں:

> ”وہ تو ناقدین کی طرح نظم کے صرف سطحی معنوں تک خود کو محدود نہیں رکھتا بلکہ اس کی داخلی ہیئت میں پوشیدہ مفاہیم کو تلاش کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے ان کی نگاہ میں استعارے، علامت، رعایت لفظی اور دوسری صنعتوں کی ایک خاص اہمیت ہے جو شعر میں تہہ داری اور معنوی وسعت پیدا کرتی ہیں وہ ایک طرف زبان وبیان کی خوبیوں اور صنعتوں کے حسن کی نشاندہی کرتا ہے تو دوسری طرف علامت اور شعری ساخت میں اشاراتی نظام کے مطالعے پر بھی زور دیتا ہے۔“(7)

اس سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ وہ نظم میں الفاظ کی بناوٹ، ساخت میں پوشیدہ مفاہیم کو تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے جس سے وہ لفظی، معنوی، صنعتی خوبیوں کو اجاگر کر کے شعری ساخت میں اشاراتی نظام کے مطالعے پر زور دیتا ہے۔

ایلسن ٹیٹ کی طرح کلینتھ بروکس نے بھی فن پارے میں معنی کی تشکیل کو پیچیدہ اور مشکل عمل بتاتے ہوئے یہ دلیل پیش کی ہے کہ فن پارے کی معنوی تشکیل کو بیان کرنے میں مختلف صورتوں کا عمل رمز اور قول محال کے سبب بنتا ہے یعنی اچھا فن پارہ قول محال اور رمز کے اعلیٰ نمونوں کا حامل ہوتا ہے کیوں کہ اس میں وحدت کا عنصر نمایاں ہوتا ہے یہ عنصر مصنف کسی فن پارے میں متضاد خیالات میں آہنگی پیدا کر کے ممکن بناتا ہے جس سے فن پارے کے جملہ عناصر مربوط ہو کر معنی کی تشکیل کو ممکن بناتے ہیں:

> ”نئی تنقید نے نظم کی جو شعریات تشکیل دی وہ تمثال، تناؤ، قولِ محال، تجنیس، پلاٹ، قافیہ، ردیف، بحر، وزن اور رمز وغیرہ پر مبنی ہے ان خصوصیات کا مطالعہ بالکل ایسے ہی کیا جا سکتا ہے جیسے کوئی ماہر ارضیات چٹانوں کو تشکیل و تعمیر کا یا کوئی ماہر طبیعیات روشنی کے اجزا کا مطالعہ کرتا ہے۔“(8)

اس مضمون کے اختتام پر مختصراً نئی تنقید کے حوالے سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ نئی تنقید سماجی، ثقافتی، تاریخی، سوانحی تنقید کے ردِ عمل کے طور پر معروض وجود میں آئی ہے جو اپنے قاری کو صرف اور صرف متن کے مطالعے پر زور دیتی ہے جس سے قاری بغیر کسی تاریخی، شخصی، سوانحی اور ارادی مغالطے کا شکار ہوئے صرف متن کا مطالعہ کر کے متن کی بناوٹ، ساخت اور معنی کی پوشیدہ تشکیل کو اجاگر کرے ساتھ ہی متن میں موجود شعری خصوصیات تشبیہ، استعارہ، تمثال، تناؤ، رمز، قول محال،

ابہام، ردیف، قافیہ، وزن، بحر، تجنیس، پلاٹ وغیرہ کا جائزہ لیں جیسے متن کی ساخت کیا ہے؟ متن میں کوئی معنی ادا ہو رہا ہے کہ نہیں؟ اگر کوئی معنی ادا ہو رہا ہے کہ وہ کس ساخت میں ادا ہو رہا ہے؟ متن میں ابہام موجود ہے کہ نہیں؟ تشبیہ اور استعارہ کا استعمال کیسا ہے؟ رمز کا کہاں تک خیال رکھا گیا؟

حوالہ جات

.1 عبد
االعزیز ملک، ڈاکٹر، معاصر تنقیدی رجحانات، فیصل آباد: مثال پبلشنگ، 2023ء، ص 51
.2 و
زیر آغا، ڈاکٹر، تنقید، مشمولہ: پاکستانی ادب و تنقید (پانچویں جلد)، مرتبہ: رشید محمد فاروق، ص 41
.3 شا
رب ردولوی، ڈاکٹر، تنقیدی مباحث، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 1995ء، ص 20-21
.4 ا
بوالکلام قاسمی، معاصر تنقیدی رویے، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، 2007ء، ص 78
.5 شمس
الرحمٰن فاروقی، لفظ و معنی، الٰہ آباد: شب خون کتاب گھر، 1968ء، ص 11
6. H
orry Blamires, A History of Literary Criticism, London: Mackmillian, 1991
.7 شا
رب ردولوی، ڈاکٹر، تنقیدی مباحث، ص 28
.8 عبد
العزیز ملک، ڈاکٹر، معاصر تنقیدی رجحانات، ص 62